امام حسین علیہ السلام نے کیوں قیام فرمایا؟

علامہ ابراہیم امینی
محمد باقر شریعتی سبزواری

ترجمہ
سید سعید حیدر زیدی

یکے از مطبوعاتِ
دارالثقلین
پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۳۳- کراچی ۷۴۶۰۰ -پاکستان

امام حسین علیہ السلام نے کیوں قیام فرمایا؟

علامہ ابراہیم امینی
محمد باقر شریعتی سبزواری

ترجمہ
سید سعید حیدر زیدی

یکے از مطبوعاتِ
دارالثقلین
پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۴۔۔ کراچی ۷۴۶۰۰۔پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

P.O. Box No. 2133,
Karachi-74600 Pakistan

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نامِ کتاب: امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟

تالیف: علامہ ابراہیم امینی، محمد باقر شریعتی سبزواری

ترجمہ: سید سعید حیدر زیدی

ناشر: دارالثقلین

طبع اوّل: محرم الحرام ۱۴۲۰ھ، اپریل ۱۹۹۹ء

طبع دوّم: رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ، اگست ۲۰۱۰ء

قیمت: ۳۰ روپے

عرضِ ناشر

امام حسین علیہ السلام نے کیوں قیام فرمایا؟

اِس سوال پر اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور اِس تحریک اور قیام کے مختلف مقاصد و محرکات بیان کئے گئے ہیں۔

اظہارِ خیال کرنے والے بعض حضرات نے انتہائی جزئی مطالعے، کوتاہ فکری، کسی خاص فکری رجحان سے وابستگی یا بدنیتی کی بنا پر امام حسینؑ کے قیام کا مقصد ایسی چیزوں کو قرار دیا ہے جو اسلام کی روح، تاریخی حقائق، امام حسینؑ کی شخصیت اور آپؑ کے مقامِ عصمت و امامت کے یکسر منافی ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ نواسۂ رسول کا اقدام نسلی یا قبائلی چپقلش کا نتیجہ تھا، یا امامؑ نے امت کے گناہوں کی بخشش کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا وغیرہ وغیرہ اِسی قسم کے مقاصد میں سے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مصنفین، شعرا اور مقررین بھی، بے سوچے سمجھے ایسے مقاصد کی ترویج اور تشہیر کیا کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ امام حسینؑ کی تحریک کے مقاصد کو جاننے اور سمجھنے کے لیے بھرپور کام کی ضرورت اب بھی باقی ہے اور اِس سلسلے میں مختلف زاویۂ نگاہ سے جائزے اور تحقیق کا کام جاری رہنا چاہیے۔ دو مضامین پر مشتمل زیرِ نظر کتابچہ اِسی جذبے اور خواہش کے تحت شائع کیا جارہا ہے۔ پہلا مضمون حوزۂ علمیہ قم کے ممتاز عالمِ دین آیت اللہ ابراہیم امینی سے ایک انٹرویو ہے، جو امام

خمینی علیہ الرحمہ کی چھٹی برسی کی مناسبت سے منعقدہ سیمینار بعنوان ''امام خمینی وفرہنگِ عاشورا'' کے موقع پر علامہ امینی سے کیا گیا تھا۔ اِس انٹرویو میں جنابِ عالی نے امام حسینؑ کے کلمات کی روشنی میں آپؑ کے قیام کا مقصد واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا مضمون بھی حوزۂ علمیہ قم ہی کی ایک علمی شخصیت حجت الاسلام محمد باقر شریعتی سبزواری کی تحریر ہے، جس میں اُس دور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امام حسینؑ کے فرامین ہی کے ذریعے امامؑ کی تحریک کے مقصد کی وضاحت کی گئی ہے۔

امید ہے امام حسینؑ کی تحریک کو سمجھنے اور اُس سے سبق لیتے ہوئے دورِ حاضر میں اپنے فریضے کے تعین کے سلسلے میں تمام پڑھنے والوں خصوصاً جواں نسل کے لیے اِن مضامین کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟

علامہ ابراہیم امینی

امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟

سوال: امام حسین علیہ السلام اپنی تحریک کے ذریعے کیا ہدف یا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟ شہادت، احیائے اسلام، اصلاحِ امت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، خدا کی طرف سے عائد فریضے کی ادائیگی، یزید کی ظالم حکومت کی سرنگونی اور عادلانہ اسلامی حکومت کا قیام، وہ نمایاں نقطہ ہائے نظر ہیں جو امامؑ کی تحریک کی تفسیر اور آپؑ کے مقاصد و محرکات کی تشریح کے سلسلے میں محققین اور اہلِ نظر افراد کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں۔ عاشورا کی تحریک کے فلسفے اور اہداف اور اس بارے میں اٹھائے گئے سوالات کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے اور آپ اپنی رائے کا دوسری آرا، خیالات اور نظریات سے کس طرح موازنہ کرتے ہیں؟

☆ امام حسینؑ کے قیام کے ہدف و مقصد کے بارے میں مختلف نظریات اور خیالات پائے جاتے ہیں۔ مصنفین و متکلمین نے امام حسینؑ کی تحریک کے مختلف مقاصد بیان کیے ہیں۔ کبھی اس تحریک کو ایک ایسی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کا پورا دستورِ عمل (program) خداوندِ عالم کی جانب سے مقرر کر دیا گیا تھا اور امام حسینؑ کا کام محض اس کو جامۂ عمل پہنانا تھا اور آپؑ پر لازم تھا کہ خداوندِ متعال اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے آپؑ جن کاموں کے لیے مامور کیے گئے ہیں انہیں بغیر کسی معمولی ردو بدل کے قدم بقدم انجام دیں۔

بعض دوسرے لوگوں کے خیال میں امام حسینؑ کی تحریک ایک سوچی سمجھی تحریک تھی۔ یہ

لوگ کبھی اس تحریک کے مقصد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور کبھی حکومتِ وقت یعنی یزید کی حکومت سے ٹکراؤ اور بسا اوقات حکومتِ اسلامی کے قیام کے لیے جدو جہد قرار دیتے ہیں۔

کچھ دوسرے لوگوں کا تجزیہ ہے کہ امام حسینؑ پر ایک فریضہ عائد ہوتا تھا اور آپؑ نے تعبداً اپنی یہ ذمے داری پوری کی، وغیرہ، وغیرہ۔۔۔۔

اِس بارے میں اور دوسری باتیں بھی بیان اور تحریر کی جاتی ہیں۔

باوجود یہ کہ اس بارے میں کافی کتب تحریر کی گئی ہیں اور مختلف نظریات اور افکار کا اظہار کیا گیا ہے لیکن اب تک یہ مسئلہ بخوبی واضح نہیں ہوا کہ اس تحریک میں امام حسینؑ کی سوچ کیا تھی۔

یہ محض تاریخی بحث نہیں، بلکہ ایک ایسی بحث ہے جو تحریکِ اسلامی، حکومتوں، حکومتوں کے خلاف جدو جہد کرنے والوں اور ایسے افراد کے لیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں بطورِ کلی ایک مشعلِ راہ ہو سکتی ہے۔

امام حسینؑ جو ایک معصوم فرد اور امام تھے، اُن کا طرز و اسلوب قطعی طور پر مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ جس طرح اِس مسئلے کی وضاحت ہونی چاہیے تھی ایسی نہیں ہوئی اور نہ ہی (امامؑ کی) اس تحریک سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔

امام حسینؑ کے کلمات آپؑ کے ہدف اور محرکات کی ترجمانی کرتے ہیں

اِس موضوع پر تحقیق اور اِس کی تشریح کے لیے ایک مفصل اور جداگانہ تالیف کی ضرورت ہے جو سرِ دست اِس مختصر موقع اور وہ بھی انٹرویو کی صورت میں ممکن نہیں۔ البتہ مختصر طور پر کہوں گا کہ ہمیں امام حسینؑ کے مقصد اور ہدف کو خود آنجنابؑ کے کلمات سے اخذ کرنا چاہیے۔

جن لوگوں نے امام حسینؑ کی تحریک کے مقاصد پر گفتگو کی ہے، اُن میں سے بھی اکثر نے امامؑ کے کلمات کا سہارا لیا ہے۔ لیکن کیونکہ امام حسینؑ کے کلمات بکھرے ہوئے اور {موقع محل کی مناسبت سے} مختلف ہیں اِس لیے اِن حضرات میں سے ہر ایک نے ان میں سے کسی ایک حصے کو لے کر اس سے استفادہ کیا ہے اور دوسرے مفاہیم سے صرفِ نظر کیا ہے اور صرف کسی ایک پہلو پر

اپنی فکر مرکوز رکھی ہے۔

ہم ابتدا میں امام حسینؑ کے ان کلمات میں سے کچھ کو بیان کریں گے جو آپؑ نے اپنے ہدف کے بارے میں فرمائے ہیں اور اس کے بعد ان کی جمع بندی کر کے ان سے نتیجہ اخذ کریں گے۔

اگر ہم ان مختلف کلمات کا باہم اور یکجا کر کے تجزیہ کریں، تو سب ایک ہی راہ کی وضاحت کرتے ہیں، اور یوں ان میں تضاد اور اختلاف نظر نہیں آتا، بلکہ یہ سب ایک ہی ہدف کی نشاندہی کرتے ہیں اور وہ ہدف بھی بخوبی روشن اور واضح ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنی اصلاحی تحریک کے لیے امامؑ کا وسیلہ

جب مدینہ میں امام حسینؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپؑ کو مشورہ دیا کہ آپؑ اِس سفر پر روانہ نہ ہوئیے، تو امامؑ نے ان کی بات قبول نہ کی اور {سفر پر روانہ ہوتے ہوئے} ایک وصیت نامہ تحریر کیا، جس کے ایک حصے سے امام حسینؑ کے مقصد کی وضاحت ہوتی ہے۔ امامؑ اس وصیت نامے کے ایک حصے میں تحریر فرماتے ہیں:

”وَ أَنّی لَمْ أَخْرُجْ أشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً. وَاِنَّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلاحِ فی اُمَّةِ جَدّی. اُریدُأَنْ آمُرَبِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهیٰ عَنِ الْمُنْكَرِوَأَسیرَبِسیرَةِ جَدّی وَأَبی عَلِیِّ بْنِ أَبی طالِبٍ.“

”میں خود خواہی، غرور، فتنہ انگیزی اور ظلم کے لیے نہیں نکل رہا، بلکہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کی غرض سے نکل رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ معروف کا حکم دوں اور منکر سے روکوں اور اپنے نانا اور والد علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت پر عمل کروں۔“(۱)

۱۔ موسوعہ کلماتِ امام الحسینؑ۔ ص ۲۹۱

یہ اصلاح طلبی دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی ہے، اس سے مختلف کوئی چیز نہیں۔ یعنی امامؑ چاہتے ہیں کہ امت کی اصلاح کریں اور اصلاح کا یہ عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے جامۂ عمل پہنے۔

امامؑ کس قسم کی اصلاح چاہتے ہیں؟ وہ آپؑ کے اِس جملے سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں اپنے جد اور والد کی سیرت پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔''

اسلام اور سیرتِ پیغمبرؐ سے اسلامی معاشرے اور حکومت کا انحراف

امام حسینؑ نے محسوس کیا تھا کہ معاویہ اور اُن کے بعد یزید اور کچھ اُن سے قبل کی حکومتوں کے دوران لوگوں کے درمیان ایسے اعمال رواج پا گئے ہیں جو پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کی سیرت کے برخلاف ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ اپنی حکومت میں ایک خاص سیرت اور طریقے پر کاربند تھے۔ اقتصاد کے بارے میں آنحضرتؐ کی ایک خاص روش تھی۔ دوسرے معاملات میں بھی آپ کا خاص طریقۂ کار تھا۔ حضرت علیؑ کی بھی وہی سیرت رہی۔ لیکن افسوس کہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد اگرچہ کچھ مدت تک ایک حد تک آپؐ کی سیرت پر عمل جاری رہا لیکن بعد میں بعض انحرافات نے سر ابھارا۔

جب حکومت کی باگ ڈور علی ابن طالبؑ نے سنبھالی، تو آپؑ نے معاملاتِ حکومت کو پیغمبرؐ کی نہج پر واپس لانے کی کوشش کی۔ اسی وجہ سے آپؑ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ لوگ دوسرے طریقوں کے عادی ہو چکے تھے۔ لہٰذا امیر المومنینؑ کو اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی، شاید آپؑ کو شہید بھی اسی بنا پر کیا گیا۔

اسلامی معاشرے کا بھی یہی حال تھا، وہاں بھی لوگوں کی عبادات میں، اُن کے اخلاق میں اور اُن کے سماجی امور میں ایسی چیزیں وجود میں آ گئی تھیں جو اسلام سے موافق نہ تھیں، اس لحاظ سے اسلام کے لیے ایک خطرہ جنم لے رہا تھا۔

ایک اور بات یہ تھی کہ وہ حکمراں جو خلیفۂ رسولؐ کے عنوان سے، پیغمبرؐ کے جانشین کے طور پر

حکومت کررہے تھے اُن کا طرزِ عمل پیغمبرؐ کے طرزِ عمل سے مختلف تھا' اسلام کی تعلیمات کے منافی تھا۔
اگر یہی صورتحال جاری رہتی' تو اسلام کی ایک غلط تصویر لوگوں کے سامنے آتی' اور وہ اسی کو اسلام سمجھ بیٹھتے۔ علاوہ ازایں خود لوگوں کے درمیان بھی ایسی باتیں رائج ہوگئی تھیں جو اسلام اور سیرتِ پیغمبرؐ کے موافق نہ تھیں۔

امامؑ کی اصلاحی تحریک کا عنوان: سیرتِ پیغمبرؐ اور سیرتِ علیؑ کا احیا

ان وجوہات کی بنا پر امام حسینؑ سمجھتے تھے کہ اصلاح کا عمل ناگزیر ہے' اور یہ اصلاح پیغمبرؐ اور علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت کا احیا تھی۔
یہ دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام حسینؑ کا ہدف اور مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے پیغمبر اسلامؐ اور امیر المومنین علیؑ کی سیرت کا احیا تھا۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احیا کا وسیلہ ہے' خود ہدف اور مقصد نہیں۔ ہدف درحقیقت پیغمبر اسلامؐ اور حضرت امیرؑ کی سیرت کو زندہ کرنا تھا۔

اموی حکومت کی دو نمایاں خصوصیات: حدودِ الٰہی کا تعطل اور علانیہ فسق و فجور

امام حسینؑ نے جب مکہ سے کوفہ کے ارادے سے اپنے سفر کا آغاز کیا' تو اثنائے راہ میں آپؑ کی ملاقات فرزدق سے ہوئی۔ امامؑ نے اس سے عراق کے حالات دریافت کیے۔ اس نے جواب دیا: لوگوں کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن اُن کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں۔ امامؑ نے اُس سے اپنے سفر کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:
"اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوا طَاعَةَ الرَّحْمَانِ وَ أَظْهَرُوا الْفَسَادَ فِی الْأَرْضِ وَابْطَلُوا الْحُدُودَ وَشَرِبُوا الْخُمُورَ وَ اسْتَأْثَرُوا فی أَمْوَالِ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينَ. وَأَنَا أَوْلَىٰ مَنْ قَامَ بِنُصْرَةِ دِينِ اللّٰهِ وَاعْزَازِ شَرْعِهِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِهِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ

الْعُلْیا۔"(۱)

یعنی

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شیطان کی اطاعت کی ہے، رحمٰن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔"

البتہ یہاں ممکن ہے "هٰـؤُلاءِ" حکام کی جانب اشارہ ہو (اور زیادہ یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں) اور ممکن ہے پورے معاشرے کے لیے ہو۔

"ان لوگوں نے فساد کو ظاہر کیا ہے۔"

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کسی فساد کا مرتکب ہوتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فساد کا اظہار کرتا ہے، علی الاعلان فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔

اِن لوگوں کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں کہ انہوں نے زمین پر فساد کو ظاہر کیا ہے، یہ لوگ درحقیقت فساد کو رواج دینے والے ہیں۔ یہ ایک اہم اور خطرناک مسئلہ ہے۔

"انہوں نے حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔"

یعنی شرعی حدود پر عمل نہیں کرتے۔ ان کا اندازِ حکومت کچھ اور ہے۔ پیغمبرؐ نے حکومت کی تھی لیکن اُن کی حکومت دینی اور اسلامی قوانین کی حدود میں تھی۔ لیکن ان لوگوں نے اس اندازِ حکومت کو ترک کر دیا ہے، حدودِ الٰہی کو قدموں تلے روند ڈالا ہے۔

"یہ لوگ شراب پیتے ہیں۔"

حالانکہ شراب نوشی اسلام میں حرام ہے۔

"فقرا اور مساکین کے مال کو اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔"

فقرا کے حقوق ادا نہیں کیے جاتے، بیت المال کو من مانے طریقے اور اپنی حکومت کے استحکام کے لیے استعمال کرتے ہیں، فقرا اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۳۶

نہیں کرتے۔ جبکہ پیغمبر اسلامؐ کے دور میں اس کا استعمال عوام الناس اور فقرا کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔ دلائل یہ ثابت کرتے ہیں اور خود پیغمبر اکرمؐ نے بھی اسی طرح عمل کیا اور امیر المومنینؑ بھی اسی طرح عمل کرنا چاہتے تھے۔ مگر افسوس کہ آپؑ کو بکثرت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جب عنانِ حکومت اُن لوگوں کے ہاتھ میں آئی، تو اُن کا طرزِ عمل یہ کہہ رہا تھا کہ یہ اموال ہمارے اختیار میں ہیں، ہم مسلمانوں کے حاکم ہیں، اس مال کو اپنی حکومت کی حفاظت کے لیے خرچ کریں گے، اب فقرا کا جو حال ہو ہوا کرے!!!

امامؑ کی تحریک اسلام کی حفاظت کے لیے دفاعی جہاد

مذکورہ کلمات سے پتا چلتا ہے کہ امام حسینؑ کے مدینہ سے نکلنے اور اس طویل سفر کے آغاز کا سبب ان خرابیوں کا مشاہدہ اور اُن کی اصلاح کا عزم تھا۔ آپؑ فرماتے تھے کہ میں دین خدا کی نصرت، اس کی شریعت کی بالادستی اور اس کی راہ میں جہاد کے سلسلے میں سب سے زیادہ ذمے دار ہوں۔

امام حسینؑ کے قیام کا محرک (motive) اُس وقت کے مسلمانوں کی ابتر حالت اور خاص کر اُس زمانے کی حکومتوں کا طرزِ عمل تھا کہ جس کی وجہ سے حدودِ الٰہی معطل تھے، فقرا بُرے حال میں تھے اور بیت المال کے اموال ناجائز مدوں میں خرچ ہو رہے تھے۔ حضرتؑ اس صورتحال کے خاتمے کے لیے قیام چاہتے تھے اور اس قیام کے لیے خود کو دوسروں سے زیادہ ذمے دار سمجھتے تھے۔ کیونکہ آپؑ نواسۂ رسولؐ اور امامِ مسلمین تھے اور ان حالات کو خاموش تماشائی کی حیثیت سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ امامؑ کا یہ اقدام ایک قسم کا جہاد تھا، اسلام کے تحفظ کے لیے دفاعی جہاد تھا۔ ایرانی عوام کی اسلامی تحریک بھی اسی طرح تھی، اور رہبر انقلاب امام خمینیؒ کا بھی یہی کہنا تھا کہ یہ تحریک ایک دفاعی جہاد ہے۔

امام حسینؑ نے بصرہ کے معززین کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"وَقَدْبَعَثْتُ رَسُولی اِلَیْکُمْ بِهٰذَاالْکِتَابِ، وَأَنَاأَدْعُوکُمْ اِلیٰ کِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِیِّهِ. فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْاُمِیتَتْ وَاِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْاُحْیِیَتْ." (۱)

یعنی: "میں نے اِس خط کے ہمراہ اپنا سفیر تمہاری جانب روانہ کیا ہے، اور تمہیں کتابِ خدا اور سنتِ رسول کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ درحقیقت سنت مردہ ہوچکی ہے۔" یعنی لوگ اس پر عمل پیرا نہیں۔ "اور بدعت زندہ ہوگئی ہے۔" یعنی وہ چیزیں جو دین کا جز نہیں دین کے اندر داخل کردی گئی ہیں۔ اگر تم میری بات سنو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو، تو میں راہِ راست کی جانب تمہاری رہنمائی کروں گا۔ یہ راہِ راست وہی سیرتِ پیغمبرؐ اور سیرتِ علیؑ ہے۔ یعنی وہی خالص اور حقیقی اسلام ہے۔

البتہ یہاں امامؑ نے یہ تو فرمایا ہے کہ میں راہِ راست کی جانب تمہاری راہنمائی کروں گا، لیکن یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ راہِ راست حکومت کا قیام ہے یا کوئی دوسری چیز۔ یہاں بھی امامؑ نے اپنی تحریک کا مقصد سنت کا احیا اور بدعت کا خاتمہ بیان کیا ہے۔

جب مروان نے امام حسینؑ سے کہا کہ وہ یزید کی بیعت کرلیں، تو امامؑ نے اس کے جواب میں جو کلمات ادا کیے وہ بھی آپؑ کے قیام کے مقصد کو واضح کرتے ہیں:

"اِنّـالِلّٰـهِ وَاِنّـااِلَیْهِ رَاجِعُونَ وَعَلَی الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ قَدْبُلِیَتِ الْأُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلِ یَزِیدَ."

"جب لوگ یزید جیسے شخص کی حکومت میں مبتلا ہوجائیں، تو اسلام کو خدا حافظ کہہ دینا چاہیے۔" (۲)

اِن کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ یزید کی حکومت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اِسے اسلام و مسلمین کے لیے خطرناک سمجھتے تھے اور اسی بنا پر اس کی بیعت کو ناجائز قرار دیتے تھے۔

آپؑ نے اسی گفتگو کے ذیل میں فرمایا:

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۸۴

۲۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۸۴

''وَلَقَدْسَمِعْتُ جَدّی یَقُولُ: اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلیٰ آلِ ابی سُفْیَان.''

''میں نے اپنے نانا سے سنا ہے' انہوں نے فرمایا تھا کہ خلافت آلِ ابی سفیان پر حرام ہے۔''

پتا چلا کہ امام حسینؑ کا مقصد یزید کی خلافت کے خلاف قیام تھا اور یہ تحریک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک صورت تھی۔

ایک دوسرے مقام پر امامؑ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

''یٰاأَخِی وَاللّٰہِ لَوْلَمْ یَکُنْ فِی الدُّنْیَا مَلْجَأً وَلَامَأْوَیً لَمَابَایَعْتُ یَزِیْدَ بْنَ مُعٰاوِیَةَ.''

''اے میرے بھائی! اگر مجھے دنیا میں کوئی بھی جائے پناہ نہ ملے' تب بھی میں یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا۔''(۱)

امام حسینؑ کے یزید ابن معاویہ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یزید خلیفۂ رسولؐ کے عنوان سے مسلمانوں پر حکومت کرتا تھا' اس کی رفتار و گفتار پیغمبر کی رفتار و گفتار سمجھی جاتی تھی' لہٰذا اس کے وہ اعمال و افعال بھی جو اسلام اور سیرتِ پیغمبرؐ کے برخلاف تھے' پیغمبرؐ اور اسلام ہی کے حساب میں شمار کیے جاتے اور یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا۔

نہی عن المنکر کا پہلا مرحلہ' بیعت سے انکار اور حکومتِ یزید کو ناجائز قرار دینا

اِن حالات میں وہ لوگ (بنی امیہ) فرزندِ رسول حسین ابن علیؑ سے یزید کے لیے بیعت لینا چاہتے تھے۔ یعنی وہ چاہتے تھے کہ امام حسینؑ بیعت کے ذریعے یزید کی حکومت اور اُس کے اعمال کی صحت پر مہرِ تصدیق ثبت کریں اور انہیں اسلام کے مطابق قرار دیں۔

واضح بات ہے کہ امام حسینؑ یہ نہیں کر سکتے تھے اور نہی عن المنکر کا پہلا قدم آپؑ کا یزید کی

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۸۹

بیعت سے انکار اور اُس کی حکومت کو غیر قانونی قرار دینا تھا۔

اپنے نانا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرقدِ مطہر سے وداع کے موقع پر امام حسینؑ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ بھی آپؑ کی تحریک کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہیں، آپ نے فرمایا:

"بِاَبِي اَنتَ وَاُمّي لَقَدْ خَرَجْتُ مِنْ جِوارِكَ كُرْهاً وَفُرِّقَ بَيْني وَ بَيْنَكَ حَيْثُ اَنّي لَمْ اُبايِعْ لِيَزيدَ بْنِ مُعاوِيَةَ شارِبِ الْخُمُورِ وَراكِبِ الْفُجُورِ وَهااَنا خارِجٌ مِنْ جِوارِكَ عَلَى الْكَراهَةِ فَعَلَيْكَ مِنّي السَّلامُ."

"اے رسول اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میں بحالتِ مجبوری آپؐ کے جوار سے نکل رہا ہوں۔ میرے اور آپؐ کے درمیان جدائی آ پڑی ہے۔ کیونکہ میں یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کرنا چاہتا، جو شراب خور اور فاسق ہے۔ میں مجبوری کے عالم میں آپ کے جوار سے نکل رہا ہوں۔ آپ پر میرا سلام ہو۔"(۱)

مذکورہ کلمات اور ان ہی جیسے دوسرے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی تحریک کا مقصد حکومت کی اصلاح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی تھا۔ آپؑ کا ہدف سیرتِ پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے امامؑ کے مرحلہ بہ مرحلہ اقدامات اور موقف

امام حسینؑ کے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے مرحلہ بہ مرحلہ اور قدم بقدم آگے بڑھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپؑ مدینہ میں تھے اور اُن لوگوں (بنی امیہ) نے آپؑ سے بیعت لینا چاہی، تو آپؑ نے ان کے مطالبۂ بیعت کی مخالفت کا فیصلہ کیا اور مدینہ چھوڑ دیا۔ کیونکہ اگر آپؑ مدینہ میں رہتے، تو آپؑ کو بیعت پر مجبور کر دیا جاتا۔

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۸۷

اِس موقع پر آپؑ کو مکہ کے سوا کوئی دوسری مناسب جگہ نظر نہیں آئی۔ کیونکہ ایک تو یہ مدینہ سے نزدیک تھا، اور دوسرے ایک مقدس و محترم شہر اور حجاج اور زائرین کے جمع ہونے کی جگہ تھا۔ بنابرایں آپؑ پر لازم تھا کہ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے جائیں اور اس ذریعے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ البتہ انجامِ کار کیا ہوگا؟ یہ دوسرا موضوع ہے جو فی الحال پیشِ نظر نہیں۔ چنانچہ جب مدینہ سے نکلتے وقت عبداللہ ابن مطیع نے امامؑ سے اُن کی منزل کے بارے میں سوال کیا، تو آپؑ نے فرمایا:

''أَمّا فی وَقْتی هٰذا أُرِيدُ مَكَّةَ فَاِذا صِرْتُ اِلَيْها اِسْتَخَرْتُ اللّٰهَ تعالىٰ فی أَمْرِی بَعْدَ ذٰلِکَ.''

''اِس وقت میں مکہ کا قصد رکھتا ہوں، پس مکہ پہنچ کر خدا سے اپنے کام کے بارے میں طلبِ خیر کروں گا۔'' (۱)

یہ پہلا مرحلہ ہے۔ میں اس جملے سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ حضرتؑ کا قصد اپنے فریضے کی انجام دہی تھا اور فریضے کی انجام دہی کی صورت ہر مرحلے میں مختلف تھی۔ فریضے کی انجام دہی مدینہ میں یہ تھی کہ بیعت نہ کریں اور وہاں سے نکل جائیں، بعد میں کیا ہوگا، اور کیا کرنا پڑے گا، یہ بعد کی بات ہے۔

مکہ میں بھی امامؑ نے حالات اور پیش آنے والے واقعات کے مطابق فیصلہ کیا۔ میرے خیال میں امام خمینیؒ نے بھی اپنی جدوجہد کے دوران اسی طریقۂ کار کی پیروی کی، قدم بقدم آگے بڑھے اور صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کیے اور اپنا فریضہ انجام دیا۔ اپنی جدوجہد کے آغاز میں فرمایا کہ حکومت کے دین مخالف اقدامات پر خاموش نہیں رہا جا سکتا، ہمارا فرض ہے کہ اِن پر اپنی مخالفت کا اظہار کریں۔ اس زمانے میں امام خمینیؒ محض بیانات جاری کرنے پر اکتفا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جوں جوں قوت میں اضافہ ہوا اُسی تناسب سے بڑے بڑے فیصلے کیے۔ یہاں

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۰۲

تک کہ پیرس سے واپسی پر بہشتِ زہراؑ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم عوام کی تائید اور حمایت سے حکومت تشکیل دیں گے۔''

امام حسینؑ کی تحریک نے بھی مرحلہ بہ مرحلہ، قدم بقدم شکل اختیار کی۔ پہلا مرحلہ مدینہ سے نکلنا تھا۔ مکہ پہنچ کر ایک عرصے تک وہاں اقامت اختیار کرنا دوسرا مرحلہ تھا۔ مکہ میں بھی مختلف حوادث وواقعات پیش آئے۔ میں یہاں کچھ اہم حوادث کی جانب اشارہ کروں گا:

جب امام حسینؑ مکہ تشریف لے گئے، تو کیونکہ مکہ مسلمانوں کی آمد و رفت کا مرکز تھا، لہٰذا یہ خبر پورے عالمِ اسلام میں پھیل گئی کہ فرزندِ رسول حسین ابن علیؑ نے مدینہ چھوڑ دیا ہے۔ سب لوگ ایک دوسرے سے امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے کی وجہ دریافت کرتے تھے۔

امامؑ کے اس اقدام نے حکومت سے آپؑ کی ناراضگی کو لوگوں کے سامنے واضح کر دیا اور یہ خود ایک بڑی بات اور اہم واقعہ تھا۔ حکومت کے خلاف یہ کھلا اقدام انتہائی مؤثر رہا اور اس لحاظ سے امامؑ کا یہ اقدام کامیاب رہا۔

اہلِ کوفہ جو امام حسینؑ اور امیر المومنینؑ کے شیعہ تھے، جب اُنہیں پتا چلا کہ امام حسینؑ حکومت کے خلاف اعتراض کے طور پر مکہ تشریف لے آئے ہیں، تو اُن کی طرف سے امامؑ کے نام خطوط کا تانتا بندھ گیا (اِن خطوط کی تعداد چالیس ہزار اور اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے)۔ اِن خطوط میں امامؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی اور آپؑ کی نصرت اور حمایت کا وعدہ کیا گیا تھا۔

دوسری طرف امام حسینؑ کی مکہ آمد کی وجہ سے جو صورتحال رونما ہو رہی تھی، یزید کی حکومت نے اسے ایک سنجیدہ خطرہ محسوس کیا۔ اسی بنا پر اس نے فیصلہ کیا کہ امامؑ کو ہر قیمت پر مکہ ہی میں قتل کر دیا جائے۔ مکہ جو حرمِ امنِ الٰہی ہے، وہاں امام حسینؑ کے قتل ہونے کے نتیجے میں پوری سلطنتِ اسلامیہ میں موجود تمام مسلمانوں پر حکومت کا رعب اور خوف و وحشت طاری ہو جائے گا۔

جب امامؑ کو حکومت کے اس ارادے کی خبر موصول ہوئی، تو امام حسینؑ نے محسوس کر لیا کہ بہر صورت مکہ چھوڑ دینا ہی ان کا فریضہ ہے۔ اس کے لیے آپؑ کے پاس دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ قتل نہ ہوں اور حرمِ الٰہی کا احترام محفوظ رہے۔ دوسرے یہ کہ اہلِ کوفہ کی جانب سے امام حسینؑ

کو بکثرت خطوط موصول ہوئے تھے، جن میں آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی اور حمایت کا وعدہ کیا گیا تھا، لہٰذا آپؑ کے لیے مناسب بات یہی تھی کہ آپؑ اُن کی یہ دعوت قبول کر لیں۔

جس زمانے میں امامؑ مکہ میں تھے، تو ابن عباس آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ مکہ سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟ مکہ ہی میں رہیے، یہاں آپؑ زیادہ اور بہتر طور پر امن میں ہیں۔ لوگ آپؑ کے اردگرد ہیں اور آپؑ کی جان محفوظ رہے گی۔ مکہ سے باہر نکلنا آپؑ کے لیے خطرناک ہے۔

حضرتؑ نے اُنہیں جواب دیا:

"لِاَنْ اُقْتَلَ وَاللّٰهِ بِمَكَانٍ كَذَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُسْتَحِلَّ بِمَكَّةَ وَهٰذِهِ كُتُبُ اَهْلِ الْكُوفَةِ وَرُسُلُهُمْ وَقَدْ وَجَبَ عَلَيَّ اِجَابَتُهُمْ وَقَامَ لَهُمُ الْعُذْرُ عَلَيَّ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ۔"(۱)

پہلی بات تو یہ کہ:

''حرمِ امنِ الٰہی مکہ میں میرا خون بہانا مباح ہو جائے {یہ مجھے روا نہیں} اِس سے زیادہ مجھے کسی اور جگہ قتل ہونا پسند ہے''۔

یعنی مجھے قتل کرنے کے بعد حکومت کہے کہ ہمارا سامنا ایک ایسے شخص سے تھا جس کی وجہ سے مکہ کا امن و امان اور احترام خطرے میں تھا، لہٰذا ہم اسے مکہ ہی میں قتل کرنے پر مجبور ہو گئے تھے اور اس طرح مکہ میں میرا خون بہانا جائز قرار دے دیا جائے۔

مکہ میں کسی کا خون بہانا جائز ہو جانا ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ اور یہ خود امام حسینؑ کے خلاف بدترین پروپیگنڈا شمار ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا:

''یہ اہلِ کوفہ کے خطوط اور اُن کے نمائندے ہیں، اور مجھ پر واجب ہے کہ اُن کا

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲

جواب دوں تا کہ اُن پر خدا کی حجت تمام ہو جائے۔''

یہاں ایک مرتبہ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امامؑ کہتے ہیں کہ مجھ پر دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ یعنی میرا فرض ہے کہ ان کی دعوت قبول کروں اور مکہ سے نکلوں۔ یہ وہی بات ہے، یعنی فریضے کی انجام دہی کے لیے تحریک۔

پھر جب ابن زبیر نے امامؑ کو یہ تجویز پیش کی کہ: **أَقِمْ فی هٰذَاالْمَسْجِدِ أَجْمَعُ لَکَ النّٰاسَ.** (آپ یہاں حرم ہی میں ٹھہریے میں آپ کے لیے لوگوں کو جمع کرتا ہوں) تو امامؑ نے فرمایا:

''وَاللّٰهِ لَأَنْ اُقْتَلَ خٰارِجاً مِنهٰا بِشِبْرٍ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ أَنْ اُقْتَلَ دٰاخِلاً مِنْهٰا بِشِبْرٍ.''

''خدا کی قسم حرم سے ایک بالشت باہر قتل ہونا، مجھے حرم کے اندر مارے جانے سے زیادہ پسند ہے۔''(۱)

یہاں ایک مسئلہ تو حرم کی حرمت کے پامال ہو جانے کا ہے اور دوسرا یہ کہ دشمن اِس قتل سے پروپیگنڈے کے میدان میں فائدہ اٹھائے گا۔

پھر جب امامؑ نے مکہ سے عراق کی سمت سفر کا آغاز کرنا چاہا، تو ابن زبیر سے فرمایا:

''وَاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثْتُ نَفْسی بِاِتْیٰانِ الْکُوفَةِ وَلَقَدْ کَتَبَ اِلَیَّ شیعَتی بِهٰا وَأَشْرٰافُ أَهْلِهٰا وَاَسْتَخیرُ اللّٰهَ.''

''میں نے سوچا ہے کہ کوفہ چلا جاؤں۔ کوفہ سے میرے شیعوں اور وہاں کے معززین نے مجھے خطوط لکھے ہیں اور میں اپنے لیے خدا سے خیر کا طلبگار ہوں۔''(۲)

ایک دوسری عبارت ہے:

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۴

۲۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۴

"أَتَتْنِي بَيْعَةُ أَرْبَعِينَ أَلْفاً يَحْلِفُونَ لِي بِالطَّلاقِ وَالْعِتاقِ مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ."

''مجھے پتا چلا ہے کہ چالیس ہزار اہلِ کوفہ نے میری بیعت کی ہے۔''(۱)

اِس مرحلے میں بھی فریضے کی ادائیگی کا مسئلہ واضح ہے۔

امام حسینؑ نے اپنی تحریک کے مختلف مراحل میں گاہ بگاہ اپنا اصل مقصد بیان کیا ہے، جو سیرتِ پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ ہے۔

جب درمیانِ راہ میں عبداللہ ابن مطیع نے امامؑ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ کیوں حرمِ خدا اور اپنے نانا کے حرم سے نکلے ہیں؟ تو امامؑ نے جواب دیا:

''اِنَّ اَهْلَ الْكُوفَةِ كَتَبُوا اِلَيَّ يَسْأَلُونَنِي اَنْ اَقْدِمَ عَلَيْهِمْ لِمَارَجُوا مِنْ اِحْيَاءِ مَعَالِمِ الْحَقِّ وَاِمَاتَةِ الْبِدَعِ."

''اہلِ کوفہ نے مجھے خطوط لکھے ہیں! اور مجھ سے چاہا ہے کہ میں اُن کی طرف آؤں کیونکہ اُنہیں امید ہے کہ اس طرح سے حق کا احیا ہوگا اور بدعت نابود ہوگی۔''(۲)

کیونکہ مسئلہ فریضے کی ادائیگی کا ہے، اس لیے حضرتؑ اپنے قتل کے امکان کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اپنی ذمے داری کی ادائیگی کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔

جب حر کے لشکر سے امامؑ کا سامنا ہوا، تو نماز کے وقت آپؑ نے اپنے اصحاب کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپؑ کوفہ کے قریب تھے، حالات پلٹا کھا چکے تھے اور صورتحال مکمل طور پر تبدیل ہو چکی تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس حال میں بھی اپنے ہدف اور مقصد کا حصول امامؑ کے پیشِ نظر ہے۔ آپؑ اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں:

"... اِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ مَاقَدْ تَرَوْنَ وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَ تَنَكَّرَتْ

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۳

۲۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۴۱

وَأَدْبَرَ مَعْرُوفُهَا وَاسْتَمَرَّتْ جِدّاً وَ لَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ وَخَسِيسِ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ، أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ الْحَقَّ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَاَنَّ الْبَاطِلَ لَا يُتَنَاهىٰ عَنْهُ. لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِى لِقَاءِ اللّٰهِ مُحِقّاً، فَاِنِّى لَا أَرَى الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ اِلَّا بَرَماً."

"ہمارے معاملے نے کیا صورت اختیار کر لی ہے اُسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ درحقیقت حالاتِ زمانہ دگرگوں ہوگئے ہیں، برائیاں ظاہر ہوگئی ہیں اور نیکیوں اور فضیلتوں نے اپنا رُخ موڑ لیا ہے۔ اچھائیوں میں سے صرف اتنا رہ گیا ہے جتنا برتن کی تہہ میں رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہوگئی ہے جیسے کوئی سنگلاخ اور بنجر میدان۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے پرہیز نہیں کیا جا رہا؟ ایسے حالات میں مومن کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کی تمنا کرے۔ سچ ہے کہ میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو سوائے رنج و ذلت کے کچھ اور نہیں سمجھتا اور ایسے حالات میں موت ہی کو سعادت سمجھتا ہوں۔" (۱)

یہاں بھی فریضے کی ادائیگی ہی پیش نظر ہے، لیکن ذرا بلندی پر نظر آتی ہے۔ اس سے پہلے تک شہادت اور مارے جانے کی بات نہ تھی لیکن اب ان حالات میں اِس بات کا امکان بہت زیادہ ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ اِس مرحلے میں امامؑ بس حصولِ شہادت کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ نہیں، حضرتؑ حق کے دفاع اور باطل کی نابودی کے لیے کوشاں ہیں، خواہ اِس راہ میں قتل ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

یہاں عبارت بدلتی ہے، کہتے ہیں:

۱۔ موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ۔ ص ۳۵۵

’’میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو رنج و ذلت کے سوا کچھ اور نہیں سمجھتا اور ایسے حالات میں موت ہی کو سعادت سمجھتا ہوں۔‘‘

یہاں پھر مقصد اور ہدف واضح و روشن ہے۔ وہی اوّلین مقصد اب بھی سامنے ہے۔ لیکن اب اِس نے زیادہ قوت اور شدّت حاصل کر لی ہے۔ کیونکہ اب مقصد کی راہ میں جانثاری کا تذکرہ بھی ہے۔

اِن تمام کلمات کو سامنے رکھیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ فریضے کی انجام دہی، یعنی حکومت کے خلاف جدوجہد کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں سنتِ پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ امام حسینؑ کا مقصد تھا۔ امامؑ قدم بقدم اپنے فریضے کی انجام دہی کی جانب بڑھے اور ہر موقع پر اِس کی مناسبت سے ردِعمل کا اظہار کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا اقدام حصولِ حکومت کے لیے تھا۔ ان کی یہ بات ہمارے بیان کردہ اس مقصد اور ہدف سے ٹکراؤ نہیں رکھتی اور یہی بات ہے۔ فریضے کی انجام دہی کے لیے حکومت کے خلاف جہاد لازم تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری تھا۔ یہی فریضے اور ذمے داری کی انجام دہی ہے، اس کے سوا کوئی اور چیز نہیں جسے ایک دوسرے سے متصادم کہا جا سکے۔

شہادت کے لیے امامؑ کی آمادگی اور اِس کا احساس

مدینہ سے مکہ اور پھر وہاں سے کربلا کی جانب سفر کے دوران امام حسینؑ کے کلمات میں ایسی عبارتیں بھی ملتی ہیں جن میں امام حسینؑ اپنی شہادت کی خبر دیتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً جب حضرتؑ نے مدینہ سے عزمِ سفر کیا تو اُم سلمہؓ نے آپؑ سے کہا:

’’عراق کے لیے نہ نکلئے کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: میرا فرزند حسین عراق میں قتل کیا جائے گا۔‘‘

حضرتؑ نے فرمایا:

"وَ اللّٰهِ اِنّی مَقْتولٌ کَذٰلِکَ. وَاِنْ لَمْ أَخْرُجْ اِلَی الْعِراقِ یَقْتُلُونی أَیْضاً."

''آپ صحیح فرماتی ہیں، میں اسی طرح قتل ہوؤں گا جس طرح آپ فرماتی ہیں۔
اگر میں عراق نہ جاؤں تب بھی مجھے قتل کردیں گے۔''(۱)

یہ وہ خبر ہے جو حضرت اِم سلمہ کی حدیث کی تائید کرتی ہے۔

حضرتؑ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

''اَتانی رَسُولُ اللّٰهِ بَعْدَ ما فارَقْتُکَ فقال: یاحُسَیْنُ اُخْرُجْ فَاِنَّ اللّٰه قَدْشاءَ اَنْ یَراکَ قَتیلاً."

''آپ سے جدا ہونے کے بعد پیغمبرؐ میرے خواب میں آئے اور فرمایا: اے حسینؑ نکل کھڑے ہو! خدا کی مرضی یہی ہے کہ تمہیں مقتول دیکھے۔''(۲)

پھر مکہ میں ابن عباس اور ابن زبیر سے فرمایا:

''اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ أَمَرَنی بِأَمْرٍ وَأَنَاماضٍ فیهِ."

''پیغمبرؐ نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور میں اس حکم کی تعمیل میں مشغول ہوں۔''(۳)

بظاہر یہ حکم وہی بات ہے جسے آپؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا اقدام ایک پہلے سے طے شدہ دستورِ عمل (program) تھا، جس کی انجام دہی پر امامؑ مامور تھے، بعید نہیں کہ اِن لوگوں نے امامؑ کے انہی کلمات سے یہ نظریہ اخذ کیا ہو۔

میری نظر میں یہ بات درست نہیں ہے کہ پیغمبرؐ نے امام حسینؑ کی تحریک اور شہادت کا منصوبہ پہلے سے معین اور منظم کر رکھا تھا اور اُنہیں حکم دیا ہوا تھا کہ اسے تعبداً انجام دیں۔

اصولی طور پر بات یہ ہے کہ امام حسینؑ اِس سفر کے دوران مختلف مواقع پر اپنی شہادت اور

۱۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۲۹۳

۲۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۹

۳۔ موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۵

موت کو محسوس کر رہے تھے۔ یعنی ایسا نہیں تھا کہ آپؑ کو اپنی شہادت کا یقین ہو' البتہ آپؑ کو اِس کا احساس اور گمان تھا۔ بعض لوگ (امام خمینیؒ کے فرزند) حاج آقا احمد خمینی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ یہ میری زندگی کا آخری برس ہے۔ کیا وہ (احمد خمینی) علمِ غیب رکھتے تھے؟

خود میں نے بہت سے بزرگ افراد سے سنا ہے کہ وہ بعض حادثات کو قبل از وقت محسوس کر لیتے تھے۔ مومن انسان اپنی موت کا وقت نزدیک آنے پر اُسے محسوس کر لیتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ امام حسینؑ نے جو خواب دیکھا اور جن کلمات میں حضرتؑ نے اپنی موت اور شہادت کا ذکر کیا' اُن سے مجموعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ آپؑ موت اور شہادت قبول کرنے پر تیار تھے۔ اِس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ حضرتؑ نے طے کر لیا تھا کہ وہ شہید ہوں گے اور آپؑ گئے ہی حصولِ شہادت کے لیے تھے' لہٰذا امام حسینؑ کا ہدف ہی شہادت تھا۔

امام حسینؑ شہادت کے لیے نہیں گئے تھے' بلکہ سنتِ پیغمبرؐ کے احیا اور بدعتوں کے خاتمے کے لیے آپؑ نے قیام فرمایا تھا' اب چاہے اِس اقدام کے نتیجے میں آپؑ کو شہادت قبول کرنا پڑے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپؑ کا مقصد ہی حصولِ شہادت تھا۔ بلکہ مقصد ایک ایسا امر تھا جسے انجام دینا لازم تھا' خواہ اِس کی قیمت شہادت کی صورت میں ادا کرنی پڑے۔

امامؑ کی تحریک کے اصلاحی پہلو

سوال: جنابِ عالی! آپ کی نظر میں امام حسینؑ کی تحریک اسلام کی حقیقی سیرت کے احیا کے لیے ایک اصلاحی قیام تھا۔ کیا اس اصلاحی تحریک کے متعلق یہ تصور درست ہے کہ امامؑ کی اصلاحی تحریک کے دو پہلو تھے ایک اُس زمانے کے اسلامی سماج میں پائی جانے والی دینی فکر اور دینداری کی اصلاح اور دوسرا اُس دور کے سماجی اور حکومتی نظام کی اصلاح۔

☆ جو کچھ ہم اسلام کے بارے میں جانتے ہیں' اجمالی طور پر وہ یہ ہے کہ اسلام میں دوگانگی نہیں ہے۔ اسلام ایک ایسی حقیقت ہے جو سیاسی امور میں بھی دخل رکھتا ہے' ثقافتی' سماجی' اخلاقی' اقتصادی اور رفاہی امور میں بھی۔ درحقیقت اسلام ایک مجموعہ ہے کہ اگر اس کے تمام اجزا پر عمل ہو

تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں انسانوں کی سعادت کا ضامن ہے۔

اِس امر (اسلامی نظام کے مکمل نفاذ) کو جامۂ عمل پہنانے کی ذمے داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ حکومت کا اس کے سوا کوئی کام نہیں۔ حکومت ہی کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کے اقتصادی امور کی بھی اصلاح کرے، معاشرے کی سیاست کو بھی صحیح خطوط پر چلائے، لوگوں کے عبادی امور کی انجام دہی کے لیے بھی راہ ہموار کرے، اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں سے بھی جنگ کرے، اچھے اخلاق کی ترویج بھی کرے، وغیرہ وغیرہ۔ حکومتِ اسلامی مجموعاً اِن تمام باتوں کی ذمے دار ہے۔

وہ چیز جو امام حسینؑ کی نظر میں باعثِ تشویش تھی اور جس کی خاطر آپؑ نے قیام کیا، تحریک چلائی، وہ یہ تھی کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ سیرتِ پیغمبر ختم ہو چکی ہے اور اس کی جگہ دوسرے طریقے اختیار کر لیے گئے ہیں، ایسے طریقے جو اسلامی نہیں۔ اگر پہلے حکومت دینی حدود میں ہوتی تھی، تو اب حکومت دین اور احکامِ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو گئی ہے، ایک شہنشاہیت میں بدل گئی ہے۔ پہلے پیغمبر اسلامؐ معاشرتی امور اسلامی قوانین کی اساس پر چلاتے تھے، اب حاکم اپنی دلی خواہش کے مطابق عمل کرتا ہے۔ پہلے پیغمبرؐ بیت المال کو فقرا اور مساکین کے امور کی اصلاح کے لیے صرف کرتے تھے، اب اُسے حکومت بچانے کے لیے لٹایا جا رہا ہے۔ پہلے پیغمبر اسلامؐ نے بعض کاموں کی ممانعت کی تھی، اب حکمراں خود انہی کاموں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اِس بات کی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ جب کوئی عمل معاشرے کا حکمراں انجام دینے لگتا ہے، تو عام لوگوں میں بھی وہ عمل رائج ہو جاتا ہے۔

عبادت میں بھی اسلام پر عمل نہیں ہو رہا تھا۔ امام حسینؑ دیکھ رہے تھے کہ حق کی پروا نہیں کی جاتی اور اِس پر عمل نہیں ہوتا۔ آپؑ کو بخوبی علم تھا کہ نہی عن المنکر کرنے کے لیے اِس حکومت کے خلاف مختلف پہلوؤں میں جدوجہد کرنا ہو گی اور اِسی مقصد کے لیے آپؑ نے اپنی تحریک کا آغاز کیا، حکومت کو نابود کرنے اور اگر ممکن ہو تو حکومتِ حق کے قیام کے لیے اقدام کیا۔

امامؑ کی تحریک میں فریضے کی انجام دہی اور مقصد و غایت کو کیسے یکجا کیا جائے؟

سوال: بعض محققین کہتے ہیں کہ فریضے کی ادائیگی میں ہدف و غایت کو نہیں دیکھا جاتا۔ یعنی انسان پر لازم ہے کہ ہر صورت میں اپنا فرض ادا کرے، خواہ مقصد حاصل ہو یا نہ ہو۔ لیکن آپ نے اِن دونوں باتوں کو یکجا قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ اِن دونوں کو یکجا کرنے کی وضاحت کس طرح کریں گے؟

☆ اِن دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، درحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے۔ امام حسینؑ کا مقصد تمام شعبوں میں حق کا احیا اور باطل کی نابودی تھا۔ اس ہدف کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ امامؑ ایک راستہ اپنائیں۔ امامؑ نے وہ راستہ تلاش کیا اور اس کا آغاز حکومت کے خلاف ردِ عمل اور اس سے ناراضگی کے اظہار سے کیا۔

اوّلین مرحلے ہی میں جب امامؑ نے یزید کی بیعت قبول نہ کی، تو اُن کے مقصد کا ایک حصہ مکمل ہوا۔ اس مرحلے میں مقصد کے حصول کا راستہ حکومت کے خلاف ردِ عمل اور اس کی مخالفت تھا۔

''میں پیغمبرؐ کا نواسہ اِس حکومت سے راضی نہیں، اِس کے افعال کو پسند نہیں کرتا۔
بس یہ حکومت ایک اسلامی حکومت نہیں ہے۔''

اِس عمل سے امامؑ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کیا اور اپنے مقصد کو بھی حاصل کیا۔ اگر بالفرض اِس کے بعد امام حسینؑ کوئی قدم نہ اٹھا پاتے، تب بھی اپنے مقصد تک پہنچ چکے تھے۔

آپؑ کے مکہ جانے سے دوسرے مرحلے کا آغاز ہوا۔ اگر اس کے بعد کے مراحل بھی واقع نہ ہوتے، تب بھی امامؑ نے اپنا فریضہ انجام دے دیا تھا اور کامیابی حاصل کر لی تھی۔

اِس کے بعد بھی اگر امامؑ جاتے اور حکومت کی تشکیل میں کامیاب ہو جاتے، تو اپنا مقصد پا لیتے اور اگر حکومت حاصل نہ کر پاتے اور اِس راہ میں جامِ شہادت نوش کر لیتے، تب بھی اپنے مقصد کو حاصل کر لیتے۔ کیونکہ آپؑ کا مقصد امر بالمعروف اور سیرتِ پیغمبرؐ کا احیا تھا۔

حسینی تحریک کے اسباب اور مقاصد

محمد باقر شریعتی سبزواری

حسینی تحریک کے اسباب اور مقاصد

تاریخ کے مختلف ادوار میں رونما ہونے والے بڑے بڑے انقلابات کی جمہوری یا استبدادی ماہیت اِن انقلابات کے رہنماؤں کے افکار ونظریات کی عکاس ہوتی ہے۔ بلند پایہ اور مقدس تحریکوں کے اہداف و مقاصد اِنہیں غیر مقدس اور استبدادی تحریکوں سے جدا کرتے ہیں۔ باالفاظِ دیگر رہنماؤں کے افکار ونظریات اور تحریکوں کے اغراض و مقاصد ہی کے ذریعے ان کے درمیان فرق قائم کیا جاتا ہے۔

آزادی بخش انقلابات، بدعنوان اور گھٹن زدہ معاشروں میں ناانصافی اور ظلم وستم کے ردِعمل میں رونما ہوتے ہیں۔

۱۷۸۹ء میں رونما ہونے والا انقلابِ فرانس مزدوروں اور کسانوں پر طبقۂ اشرافیہ کے المناک مظالم کا نتیجہ تھا۔ یورپ کے علمی انقلاب (رنسانس، جو سولہویں صدی عیسوی میں رونما ہوا) کا ایک بڑا سبب کلیسا کی طرف سے دانشوروں پر مسلط کردہ دباؤ اور گھٹن کا ماحول تھا۔

غلامی اور نسلی امتیازات کے خلاف رونما ہونے والے انقلابات کی وجہ بھی آقاؤں اور نسل پرست حکمرانوں کی جانب سے روا رکھی جانے والی حق تلفی اور سخت گیری میں تلاش کی جانی چاہیے۔

آزادی بخش تحریکوں کا اصل اور بنیادی مقصد عوام کو سیاسی اور اقتصادی جبر سے نجات دلانا اور انفرادی اور اجتماعی آزادیوں کا حصول تھا۔

دینی تحریکوں کا امتیاز

تبدیلی اور انقلاب وجود میں لانے کے لیے انبیاؑ اور اولیائے دین کے محرکات اور مقاصد دوسری تحریکوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاؑ نے انسانوں کو صرف ظلم وستم سے نجات دلانے کے لیے قیام اور جدوجہد نہیں کی تھی، بلکہ وہ دوسرے مقدس مقاصد کے حصول کے لیے بھی سرگرمِ عمل رہے تھے، جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

(۱) انسانوں کو بیہودہ عقائد، گناہ زدہ زندگی، اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی خرابیوں سے نجات دلانا۔ اس فریضے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم فرماتا ہے:

"وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ."

"اور (رسول) ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے۔"(۱)

(۲) باطل ادیان کی یلغار سے نجات دلانا۔

(۳) خدا کی بندگی کی طرف بلانا۔

(۴) لوگوں پر خدا کی حاکمیت کا قیام۔

انبیاؑ کی تحریکیں اخلاقی اقدار اور الٰہی قوانین کے رواج کے لیے ہوتی ہیں، ذاتی اغراض و مقاصد کا ان میں کوئی کردار اور حصہ نہیں ہوتا۔

ایسا معاشرہ جس میں عدالت اور آزادی کا چلن ہو، جہاں قانون کی نظر میں سب مساوی ہوں اور جہاں برائی اور بدعنوانیوں کو جڑ سے ختم کر دیا جائے، وہاں حکومتِ الٰہی کے قیام کے لیے حالات سازگار ہوتے ہیں۔

اس تمہید کی روشنی میں اب ہم عاشورا کی تحریک کے فلسفے اور اِس کے مختلف محرکات کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔

۱۔ سورۂ اعراف ۷۔ آیت ۱۵۷

امام حسینؑ نے اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ برائیوں کے خلاف اقدام اٹھایا' تاکہ الٰہی اقدار اور فضیلتوں کی حکمرانی قائم کی جا سکے۔ اس لحاظ سے عاشورا کی تحریک اور آزادی کی دوسری تحریکوں کے درمیان ہدف اور مقصد کا فرق نمایاں ہے۔

جو لوگ اس تحریک کو دوسری بشری تحریکوں ہی میں سے ایک تحریک سمجھتے ہیں' اُنہوں نے دراصل اس کے اہداف و مقاصد کو نہیں سمجھا۔ عالی مرتبہ مسلم محققین نے بھی اس کے اسرار کے کسی خاص گوشے ہی سے پردہ اٹھایا ہے' لیکن اس کی بہت سی حکمتیں تاہنوز پوشیدہ ہیں۔

کیا اِس تحریک کی وجہ (امام حسینؑ کی جانب سے) یزید کی مخالفت اور اُس کی بیعت سے روگردانی تھی؟ کیا تحریک کا محرک کوفیوں کی دعوت تھا؟ یا اس کا سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام تھا؟ یا ان مذکورہ عوامل کے علاوہ کوئی اور عامل انقلابِ کربلا کا موجب تھا؟

تحریف کرنے والے سادہ لوح افراد کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے نانا کی گناہگار امت کی شفاعت کے لیے یہ قیام کیا۔ یہ طرزِ فکر عیسائیوں کے اس عقیدے کی مانند ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

بعض دوسرے لوگ یزیدی حکومت کی نابودی' قبائلی رنجش اور بنی امیہ سے انتقام لینے کو امام حسینؑ کی تحریک کا بنیادی مقصد قرار دیتے ہیں۔ کچھ مقدس اور محدث حضرات بھی امامؑ کے قیام کو ایک خاص غیبی دستورِ عمل (program) کی پیروی قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اگر ایسا ہو تو یہ قیام دوسروں کے لیے درسِ عمل اور قابلِ پیروی نہیں رہتا۔

ایک اہلِ سنت عالم ''عبداللہ علائلی'' لکھتے ہیں:

''مجھے اِن تاریخ نگاروں پر تعجب ہے جو بے انصافی کرتے ہوئے امام حسینؑ پر بغاوت کی تہمت لگاتے ہیں اور تلخ لہجے میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ میں ان جوانمردوں کو داد دیتا ہوں جو بدعنوان حکومتوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں' تاکہ ان حالات کو بدل کر مناسب اور مطلوب حالات وجود میں لائے جا سکیں اور ان لوگوں کے اخلاص' شرافت اور عزمِ صمیم سے معمور قلوب کو آفرین کہتا ہوں۔

ان جوانمردوں کے سالار حسین ابن علیؑ ہیں، حسینؑ جو حق کے مدافع اور نگہبان تھے، آپؑ نے اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو آگ میں جھونک دیا۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ دشمن نے یہ آگ آپؑ کی دعوت اور تحریک کو ختم کرنے کے لیے بھڑکائی ہے لیکن امامؑ کی آوازِ حق نے اس آگ کو اور شعلہ ور کر دیا، وہ مزید بھڑک اٹھی اور اس کے شعلوں نے ان لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر نابود کر دیا جنہوں نے ناحق اس آگ کو بھڑکایا تھا۔'' (۱)

مشہور مصری مصنف ''عباس محمود عقاد'' لکھتا ہے:

''حسینؑ الٰہی اور روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا بپا کردہ انقلاب ان کی بلند مرتبہ، باصفا اور گہری الٰہی روح کا عکاس ہے۔ اس کے برعکس یزید صرف اِس دنیا کی مستی، عیش وعشرت اور لذتوں پر یقین رکھتا تھا اور اس کے تمام اعمال پستی میں لے جانے والے تھے۔'' (۲)

امام حسینؑ کا قیام اسلام کی مانند وسیع اور جامع پہلوؤں کا حامل تھا۔ ایک طرف تو یہ تمام انبیاؑ کے مقاصد کی تکمیل اور بقائے دین کا موجب تھا، تو دوسری طرف انسانی اقدار اور فضیلتوں کے احیا اور بیدار ضمیروں اور سالم فطرتوں کو ابھارنے کا باعث بنا۔ اسی بنا پر یہ دینی تحریکوں کے رہنماؤں کے لیے آئیڈیل اور آزادی کی تمام تحریکوں کے لیے نمونۂ عمل بن گیا۔ غیر مسلم رہنما بھی اپنی قوموں کی نجات اور آزادی کے لیے، امام حسینؑ کے انقلاب سے رہنمائی لیتے تھے۔

عاشورا کی تحریک میں چند مسائل کو بنیادی کردار حاصل ہے اور اِنہیں انقلابِ کربلا کے اصولوں میں شمار کرنا چاہیے۔ جبکہ دوسرے مسائل کو اِن کی فرع سمجھنا چاہیے۔ یہ بنیادی مسائل درجِ ذیل ہیں:

۱۔ سموالذات فی سموالمعنی۔ ص ۶

۲۔ حیات الحسینؑ۔ ج ۱۔ ص ۵۶

(۱) حکومت اور خلافتِ اسلامیہ کا تحفظ

حکومت کا موضوع ہمارے مکتب میں بنیادی ترین مسائل میں شمار ہوتا ہے۔ امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے:

"بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: عَلَی الصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَ الْحَجِّ وَالْوِلَایَۃِ وَلَمْ یُنَادَ بِشَیْءٍ کَمانودِیَ بَالْوِلَایَہِ."

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز پر، زکات پر، روزے پر، حج پر اور ولایت پر، لیکن جتنی (اہمیت کے ساتھ) ولایت کی طرف دعوت دی گئی ہے اتنی کسی اور چیز کی جانب دعوت نہیں دی گئی۔" (۱)

گویا نماز، روزہ، حج اور زکات صامت احکام میں سے ہیں اور لوگوں کو عام انداز میں اُن کی طرف دعوت دی گئی ہے لیکن خداوندِ عالم نے ولایت پر خاص توجہ دی ہے۔ کیونکہ حکومت دین کی حیات و روح اور احکام کے اجرا و نفاذ کا ذریعہ ہے۔ جس طرح باطل حکومت تمام فضیلتوں کے خاتمے اور ہر قسم کی برائیوں کی نشو و نما کا سبب ہوتی ہے، اسی طرح حکومتِ حق برائیوں کی نابودی اور معنوی اقدار اور فضائل کے رواج کا باعث ہوتی ہے۔

"اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ."

"اللہ صاحبانِ ایمان کا ولی ہے اور وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور کفار کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔" (۲)

۱۔ وسائل الشیعہ۔ ج ۱، ص ۴

۲۔ سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۲۵۷

حکومتِ اسلامی میں حکمراں کی صلاحیت علم، تقویٰ، عدالت اور زہد و پارسائی پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حکومت کے اپنے اصل راستے سے ہٹ جانے اور اہلِ بیت علیہم السلام کو ایک طرف کر دینے کے نتیجے میں طاقت اور مکر و فریب کی حکمرانی کے لیے میدان ہموار ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں تمام حساس عہدوں پر بنی امیہ کے افراد بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ کے بقول:

''وَقَامَ مَعَهُ بَنُو أَبِيهِ يَخْضَمُونَ مَالَ اللهِ خِضْمَةَ الْإِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيعِ.''

''اور ان کے ساتھ ان کے خاندان والے بھی کھڑے ہو گئے جو مالِ خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے۔''(۱)

اِس طرح بنی امیہ کی قوت میں اضافہ ہوا اور بیت المال میں اُن کا خورد برد اور اُن کا عیش و عشرت روز بروز بڑھنے لگا۔ اِس صورتحال پر علمی شخصیات، بزرگ اصحابِ رسول، عام افراد اور حد یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ کی تنبیہ بھی کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ لوگوں کے حقوق پر تجاوز، قانون شکنی، امت کی خواہشات اور مطالبات سے بے اعتنائی، اپنے اعزہ و اقربا کو معاملات میں شامل کرنے اور اصحابِ پیغمبر کو علیحدہ کرنے جیسے امور بڑھنے ہی لگے۔

ممتاز افراد نے حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی اور مثبت و منفی، علانیہ اور خفیہ حکومت کے خلاف تحریک زور پکڑنے لگی۔ نیک سیرت افراد، علما اور گرامی قدر محدثین کلیدی ذمے داریوں اور حکومتی مناصب سے کنارہ کش ہو گئے۔ لہٰذا حکام نے اِس خلا کو پُر کرنے کے لیے کعب الاحبار اور ابوہریرہ جیسے لوگوں کا سہارا لیا۔ اِن لوگوں نے اس حکومت کے جواز اور استحکام کے لیے احادیثِ نبوی وضع کیں۔

حضرت عثمان کے بعد بے انصافیوں سے تنگ آئے ہوئے عوام کے پُرزور مطالبے پر

۱۔ نہج البلاغہ۔ خطبہ ۳

حضرت علیؑ بارِ خلافت اٹھانے پر تیار ہوئے۔ اپنے دورِ اقتدار میں آپؑ کو مسلسل جنگوں کا سامنا رہا، جس کے نتیجے میں معاویہ کی حکومت کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔

امام حسنؑ کو بحالتِ مجبوری معاویہ سے جنگ ترک کرنا پڑی۔ امام حسینؑ ظلم وستم، بدعتوں کے رواج اور قتل و غارت گری کا بازار گرم دیکھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے اور لوگوں کو بیدار کرتے رہے۔ معاویہ کا سب سے بڑا مکروہ عمل یزید کو بطورِ ولی عہد مسلط کرنا اور خلافت کو اُس کے اصل راستے سے ہٹانا ہے۔

معاویہ کی موت کے بعد اپنی نفسانی خواہشات کا غلام، کتوں سے کھیلنے والا یزید مسلمانوں کا حاکم بنا۔ وہ مکالمے اور نصیحت سے نا آشنا تھا۔ اسلام کو نابود کر دینے کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ تھا۔ یہ وقت ایک ایسی تحریک کا تقاضا کر رہا تھا جو اسلام کو نابودی سے محفوظ رکھ سکے۔

یزید خود کو امیر المومنین اور خلیفۂ رسول کہتا تھا۔ اس کے اس دعوے کے فریب میں صرف جاہل عوام اور لاعلم شامی ہی آ سکتے تھے۔ البتہ یزید کے علانیہ کفر آمیز اشعار، شراب نوشی اور اس کے سابقہ قبیح کردار نیز بعض اصحابِ رسول کی جانب سے اس کی مخالفت نے بنی امیہ کی ''یزید کو خلیفۂ مسلمین کہنے کی'' خواہش پوری نہ ہونے دی۔ لیکن یزید کی حکومت کو جائز قرار دلوانے کے لیے انہوں نے ''شریح قاضی'' جیسے لوگوں کو تلاش کر ہی لیا۔

دوسری طرف امام حسینؑ اعلیٰ اسلامی اقدار کے احیا کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھے۔ جب آپؑ نے کربلا کی سمت سفر کا آغاز کیا، تو آپؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپؑ سے کہا: اگر آپؑ سفر پر روانہ ہو ہی رہے ہیں، تو کم از کم ان عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے۔ امامؑ نے اُنہیں جواب دیا:

''وَقَدْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَرَاهُنَّ سَبَايَا.''

''اللہ کی مرضی ہے کہ یہ بھی قید کیے جائیں۔''(۱)

۱۔ لہوف۔ ص ۲۷

امامؑ کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ عاشورا کی تحریک کو ان پہلوؤں اور اس کے بعد کے حوادث کے اعتبار سے دوسری تمام تحریکوں سے ممتاز ہونا چاہیے' تا کہ وہ دوسروں کے لیے نمونۂ عمل اور آئیڈیل قرار پائے۔ ایک ایسی تحریک ہو جس میں شیر خوار بچے سے لے کر اسّی سالہ بوڑھا تک جانثاری اور فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق کا پرچم بلند رکھے' اپنا خون نچھاور کرے اور اِس کارواں کی خواتین کے اسیر ہو جانے کے ذریعے بنی امیہ کی استبدادی حکومت کے زوال کے لیے زمین ہموار ہو۔

(۲) اسلام کی حفاظت اور دین کا احیا

اسلام کی حفاظت امام حسینؑ کی تحریک کا دوسرا محرک (motive) تھا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے بنی امیہ کے ہاتھوں اسلام کی تباہی کی راہ ہموار ہو رہی تھی' اِن کا خفیہ ایجنڈا اسلام کی نابودی اور پیغمبر اسلامؐ کے نام کو مٹانا تھا۔

یہاں ہم عاشورا کے قیام کا اصل سبب واضح کرنے کے لیے امام حسینؑ کے کلمات اور تاریخی شواہد سے کام لیں گے۔

الف: ابوسفیان نے اپنے اقربا اور بیٹوں سے کہا تھا:

> ''خلافت ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہنا' تا کہ یہ تمہاری اولادوں میں وراثت کے طور پر پہنچتی رہے۔''

ب: مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

> ''مطرف بن مغیرہ نے کہا کہ معاویہ کے دربار میں میرے والد کی کافی آمدورفت تھی اور وہ اکثر معاویہ کی تعریف و تمجید کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ دربار سے واپس آئے تو بہت غصے میں تھے اور مضطرب دکھائی دیتے تھے۔ میں نے دریافت کیا: کیا بات ہے آپ کیوں دل گرفتہ اور ملول نظر آ رہے ہیں؟ اُنھوں نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا کہ معاویہ ایسا شخص ہے۔ اب مجھے پتا چلا ہے کہ وہ تو ہمارے

زمانے کا سب سے زیادہ خراب آدمی ہے۔ میں نے پوچھا: بتایئے تو ہوا کیا ہے؟
کہا: میں نے اُس سے کہا کہ اب جبکہ تم نے اپنا مقصود حاصل کرلیا ہے، تو اپنی عمر کے اس آخری حصے میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، اور بنی ہاشم کو ستانا چھوڑ دو، تاکہ تمہارے بعد تمہارا نام احترام اور نیکی کے ساتھ لیا جائے۔ اِس پر معاویہ نے کہا: افسوس، افسوس ابوبکر نے عدل و انصاف سے کام لیا لیکن دنیا سے گزر جانے کے بعد اُن کا نام بھی باقی نہ بچا۔ عمر اور عثمان بھی اسی طرح بے نام گزر گئے لیکن برادرِ ہاشم! تمام اسلامی شہروں میں ہر روز پانچ مرتبہ اذان میں اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔ اب نیک نامی کے لیے کونسا عمل باقی رہا ہے۔''(۱)

اِس حقیقت کی عکاسی امام حسینؑ کے کلمات اور خطبات سے بھی ہوتی ہے۔ امامؑ اسلام اور قرآن کے لیے پائے جانے والے ایک بڑے خطرے سے پردہ ہٹاتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اہلِ کوفہ کی دعوت اور یزید کا بیعت طلب کرنا فرعی مسائل ہیں، اصل چیز بقائے اسلام اور حکومت کا قیام ہے۔ اِس بارے میں امامؑ کے کلمات اور خطبات ملاحظہ ہوں:

(۱) معاویہ کی موت سے دو سال قبل امام حسینؑ نے مکہ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

''اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ هٰذِهِ الطَّاغِيَةَ قَدْ فَعَلَ بِنَا وَ بِشِيعَتِنَا مَاقَدْ رَأَيْتُمْ وَعَلِمْتُمْ وَشَهِدْتُمْ وَاِنِّي اُرِيدُ اَنْ اَسْأَلَكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاِنْ صَدَقْتُ فَصَدِّقُونِي، وَاِنْ كَذِبْتُ فَكَذِّبُونِي، اِسْمَعُوا مَقَالَتِي وَاكْتُبُوا قَوْلِي ثُمَّ ارْجِعُوا اِلٰى اَمْصَارِكُمْ وَقَبَائِلِكُمْ فَمَنْ آمَنْتُمْ مِنَ النَّاسِ وَوَثِقْتُمْ بِهِ فَادْعُوهُمْ اِلٰى مَا تَعْلَمُونَ مِنْ حَقِّنَا فَاِنِّي اَتَخَوَّفُ اَنْ يَدْرُسَ هٰذَا الْاَمْرُ وَيَذْهَبَ الْحَقُّ وَيُغْلَبَ، وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.''

''اِس شخص نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو ظلم و ستم روا رکھا ہوا ہے، وہ

۱۔ مروج الذهب۔ ج ۲۔ ص ۲۶۶

آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے اور آپ اس کے گواہ ہیں۔ آج میں آپ سے کچھ امور کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں حقائق پیش کروں، تو میری تصدیق کیجیے گا بصورتِ دیگر بلا جھجک میری بات جھٹلا دیجیے گا۔ میری باتوں کو سنیئے اور انہیں لکھ لیجیے، پھر جب اپنے شہروں کو پلٹیئے اور اپنے قبیلوں میں واپس جائیے، تو اپنے قابلِ اعتماد ہم وطنوں کو ہمارے اور ہمارے حق کے بارے میں جو کچھ جانتے ہوں اُس کی دعوت دیجیے۔ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ دینِ حق فرسودہ ہو کر سرے سے ختم ہی نہ ہو جائے۔ اور خداوندِ قدوس اپنے نور کو مکمل کر دیتا ہے چاہے انکار کرنے والوں کے لیے یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (۱)

(۲) مدینہ میں یزید کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے جب امامؑ سے یزید کی بیعت کا تقاضا کیا، تو آپؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

''أَيُّهَا الْأَمِيرُ! انّا أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلائِكَةِ وَبِنَا فَتَحَ اللهُ وَبِنَا خَتَمَ، وَيَزِيدُ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ خَمْرٍ قَاتِلُ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَةِ مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ، وَمِثْلِي لاَ يُبَايِعُ لِمِثْلِهِ، وَلٰكِنْ نُصْبِحُ وَتُصْبِحُونَ وَنَنْتَظِرُ وَتَنْتَظِرُونَ أَيُّنَا أَحَقُّ بِالْخِلافَةِ وَالْبَيْعَةِ.''

''اے امیر! ہم اہلِ بیتِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں، ہمارے ہی یہاں فرشتوں کی آمد و رفت رہی ہے، ہم ہی سے خدا نے آغاز کیا اور ہم ہی پر اختتام کرے گا۔ یزید ایک فاسق شخص ہے جو شراب پیتا ہے، نیک لوگوں کو قتل کرتا ہے اور فسق و فجور کا کھلم کھلا ارتکاب کرتا ہے۔ مجھ جیسا انسان اُس جیسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم بھی صبح تک دیکھتے ہیں تم بھی دیکھو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں،

۱۔ مقتلِ مقرم۔ ص ۱۴۷، مقتلِ امین۔ ص ۲۲

تم بھی انتظار کرو کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ حق دار ہے۔"(۱)

(۳) مروان بن حکم سے آپؑ کی ملاقات ہوئی، تو اُس نے کہا کہ آپؑ یزید کی بیعت کر لیجیے، دنیا اور آخرت میں آپؑ کی بھلائی اِسی میں ہے۔ یہ سن کر امامؑ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا:

"اِنّـالِلّٰـهِ وَاِنّـااِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَعَلَى الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ قَدْبُلِيَتِ الْاُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلِ يَزِيدَ، وَلَـقَدْسَمِعْتُ جَدّیٖ يَقُولُ: اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى اٰلِ اَبِى سُفْيَانَ."

"اناللہ وانا الیہ راجعون (یعنی اب ہمیں اسلام پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے اور اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہیے) اب امت یزید جیسے حاکم کے شکنجے میں آ گئی ہے۔ میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے: خلافت اولادِ ابوسفیان کے لیے حرام ہے۔"(۲)

(۴) معروف مؤرخ طبری کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے "ذی حسم" کے مقام پر درجِ ذیل مضمون کا ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّـهُ قَـدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ مَاقَدْ تَرَوْنَ وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَ تَنَكَّرَتْ وَأَدْبَـرَ مَـعْـرُوفُهَا وَاسْتَـمَرَّتْ جِدًّا وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ وَخَسِيْسِ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ."

"تم دیکھ رہے ہو کہ حالات کہاں پہنچ گئے ہیں۔ دنیا بدل گئی ہے، اس کی اچھائیاں ختم ہوگئی ہیں اور برائیاں چھا گئی ہیں۔ اب اس میں سے اتنا بچا ہے جتنا برتن کی تہہ میں بچ رہنے والے چند قطرے اور ایسی ذلت آمیز زندگی جیسے سخت اور بنجر زمین۔"(۳)

۱۔ امالی صدوق۔ ص ۱۳۰

۲۔ مقتلِ مقرم۔ ص ۱۳۰، لہوف۔ ص ۱۳، مثیر الاحزان۔ ص ۱۰

۳۔ مقتلِ مقرم۔ ص ۱۳۰، لہوف۔ ص ۱۳

اِس کے بعد فرماتے ہیں:

"اَلاٰ تَرَوْنَ اَنَّ الْحَقَّ لاٰ یُعْمَلُ بِهِ وَاَنَّ الْبَاطِلَ لاٰ یُتَنَاهیٰ عَنْهُ. لِیَرْغَبَ الْمؤْمِنُ فی لِقَاءِ اللّٰهِ مُحِقّاً."

"کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل کی روک تھام کی کوشش نہیں کی جاتی۔ ایسے حالات میں مومن کو خدا سے ملاقات کی آرزو کرنی چاہیے۔(۱)

"فَاِنّی لاٰاَرَی الْمَوْتَ اِلاّٰ سَعادَةً وَالْحَیٰاةَ مَعَ الظّٰالِمینَ اِلاّٰ بَرَماً."

"میں تو ایسی موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالمین کے ساتھ زندہ رہنے کو ذلت۔"(۲)

سَاَمْضِی وَمٰابِالْمَوْتِ عٰارٌعَلَی الْفَتیٰ
اِذٰا مٰانَویٰ حَقّاً وَجٰاهَدَ مُسْلِماً
وَوٰاسَی الرِّجٰالَ الصّٰالِحینَ بِنَفْسِهِ
وَفٰارَقَ مَثْبُوراًوَخٰالَفَ مُجْرِماً
فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ اُلَمْ
کَفیٰ بِکَ ذُلّاً اَنْ تَعیشَ وَتُرْغَمٰا

"میں یہی راہ اپناؤں گا۔ جواں مرد کے لیے موت عیب نہیں اگر وہ حق کی راہ میں اور اسلام کی خاطر مصروفِ جہاد ہو، پھر جبکہ وہ صالح انسانوں کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان فدا کر دے، ظالموں سے دور ہو اور مجرموں کا مخالف۔ اگر زندہ رہا تو مجھے کوئی پشیمانی نہ ہوگی اور نہ ہی مارے جانے کی صورت میں کوئی رنج۔ جبکہ

۱۔ تحف العقول۔ ص ۱۷۴، تاریخ طبری۔ ج ۷۔ ص ۳۰۰، لہوف۔ ص ۶۹، تاریخ ابن عساکر۔ ص ۲۱۴، مثیر الاحزان۔ ص ۲۳۰، مقتلِ خوارزمی۔ ج ۲۔ ص ۵

۲۔ بلاغۃ الحسینؑ۔ ص ۸۶

تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم یہ ذلت بھری زندگی بسر کرو۔"(۱)

(۵) امام حسینؑ نے مکہ تشریف لانے کے بعد بصرہ کے عمائدین اور سرداروں میں سے مالک بن مسمع، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن الہیثم اور عمرو بن عبید کے نام ایک خط لکھا، جس میں فرمایا:

"أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ اللهَ اصْطَفیٰ مُحَمَّداً (ص) مِنْ خَلْقِهِ، وَأَكْرَمَهُ بِنُبُوَّتِهِ، وَاخْتَارَهُ لِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ قَبَضَهُ اِلَيْهِ وَقَدْ نَصَحَ لِعِبَادِهِ وَبَلَّغَ مَا اُرْسِلَ بِهِ (ص) وَكُنَّا أَهْلَهُ وَأَوْلِيَاءَهُ وَأَوْصِيَاءَهُ وَوَرَثَتَهُ وَأَحَقَّ النَّاسِ بِمَقَامِهِ فِي النَّاسِ، فَاسْتَأْثَرَ عَلَيْنَا قَوْمُنَا بِذٰلِكَ، فَرَضِينَا وَكَرِهْنَا الْفُرْقَةَ وَأَحْبَبْنَا الْعَافِيَةَ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّا أَحَقُّ بِذٰلِكَ الْحَقِّ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْنَا مِمَّنْ تَوَلَّاهُ وَقَدْ بَعَثْتُ رَسُولِي اِلَيْكُمْ بِهٰذَا الْكِتَابِ، وَأَنَا أَدْعُوكُمْ اِلیٰ كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ (ص)، فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْ أُمِيتَتْ، وَالْبِدْعَةَ قَدْ أُحْيِيَتْ، فَاِنْ تَسْمَعُوا قَوْلِي أَهْدِكُمْ اِلیٰ سَبِيلِ الرَّشَادِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ."

"امابعد! خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوقات میں سے منتخب کیا، نبوت سے اُنہیں بزرگی بخشی اور رسالت کے لیے اُن کا انتخاب کیا اور جب اُنہوں نے رسالت کے فریضے کو بحسن وخوبی انجام دے لیا اور بندگانِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی فرما چکے، تو حق تعالیٰ نے اُنہیں اپنے پاس بلا لیا۔ ہم لوگ اُن کے اہل، وصی، وارث اور تمام امت میں اُن کے مقام کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن ایک گروہ نے ہمارا یہ حق ہم سے چھین لیا اور ہم نے یہ جاننے کے باوجود کہ ہم ان لوگوں سے زیادہ لائق اور حقدار ہیں امت کو اختلاف اور انتشار

۱۔اصابہ۔ج ۳۔ص ۴۸۰، تاریخِ طبری۔ج ۳۔ص ۲۸۰، مثیر الاحزان۔ص ۲۸۰

سے بچانے اور دشمنوں کے تسلط سے محفوظ رکھنے کے لیے اِس صورتحال پر رضا و رغبت کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے امن و سکون کو اپنے حق پر ترجیح دی۔ البتہ اب میں نے اپنا پیغام رساں تمہاری طرف بھیجا ہے اور تمہیں کتابِ خدا اور سنتِ پیغمبرؐ کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ کیونکہ اب ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ سنتِ رسولؐ مٹا دی گئی ہے اور اس کی جگہ بدعت نے لے لی ہے۔ اگر تم نے میری بات سنی تو میں سعادت اور خوش بختی کے راستے کی جانب تمہاری ہدایت کروں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''(۱)

امام حسینؑ اپنی شہادت، عاشورا کی تحریک کے ثمرات اور اپنے اہلِ بیتؑ کی اسیری سے پوری طرح واقف تھے۔ نیز آپؑ جانتے تھے کہ دین کی بقا اور اُس کے احیا کے لیے جہاد و شہادت کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا ہے۔

''لَوْ كُنْتُ فِي جُحْرِ هَامَّةٍ مِنْ هٰذِهِ الْهَوَامِّ لَاسْتَخْرَجُونِي حَتّٰى يَقْضُوا فِيَّ حَاجَتَهُمْ.''

''اگر میں حشرات کے بلوں میں بھی جا چھپوں، تب بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال لیں گے تاکہ اس طرح اپنا مقصد پورا کرلیں۔''

امامؑ کے پاس صرف دو راستے تھے۔ یا تو جہاد و شہادت کی راہ اپنائیں یا کفر و گمراہی کا راستہ منتخب کریں، تیسری کوئی راہ نہ تھی۔

ظاہر ہے امام حسینؑ نے پہلا ہی راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ یزیدی حکومت اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر کمر بستہ تھی اور عامتہ الناس کا جہل اور لاعلمی ان کے اس مقصد کی تکمیل میں ان کی مدد کر رہے تھے۔ زیارتِ اربعین کے ایک حصے میں اس بات کی جانب اِن الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

۱۔ تاریخِ طبری۔ ج ۳۔ ص ۳۰۶، الکامل فی التاریخ۔ ج ۲۔ ص ۵۵۲، احقاق الحق۔ ج ۱۱۔ ص ۶۰۹، وقعۃ الطف۔ ص ۱۷۲، مقتلِ خوارزمی۔ ج ۱۔ ص ۲۲۴، انساب الاشراف۔ ج ۳۔ ص ۱۷۱

"وَبَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَحَيْرَةِ الضَّلَالَةِ."

''اور تیری راہ میں اپنا خون نچھاور کیا' تا کہ تیرے بندوں کو جہالت اور گمراہی کی سرگردانی سے نجات دلائیں۔''(۱)

عاشورا کا قیام صرف اس لیے نہ تھا کہ امامؑ یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے' کیونکہ اگر صرف بیعت نہ کرنا مقصود ہوتا' تو امامؑ اِس علاقے سے چلے جاتے اور جزیرۂ عرب سے باہر نکل جاتے۔ جس طرح اور بہت سے لوگ فتنے کے مقام سے دور چلے گئے اور بیعت نہ کی۔ اور نہ ہی آپؑ کے قیام کا محرک کوفیوں کی دعوت پر لبیک کہنا تھا۔ کیونکہ ایک تو امامؑ انہیں خوب اچھی طرح جانتے تھے (اور اِس بات کی جانب محمد بن حنفیہ نے بھی آپؑ کو متوجہ کیا تھا کہ اہلِ کوفہ بے وفا ہیں' انہوں نے آپؑ کے والد اور بھائی کے ساتھ بھی بے وفائی کی تھی) دوسرے یہ کہ امامؑ کے لیے حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت بھی کوفہ کی جانب سفر ترک کردینے کے لیے کافی تھی۔

دراصل اِس مقدّس تحریک میں امامؑ کے پیشِ نظر دو بنیادی مقاصد تھے۔

☆ ایک دین کو نابودی سے بچانا اور اسلام وقرآن کی بقا۔

☆ اور دوسرا بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ' خلافتِ اسلامیہ کا تحفظ اور اِس کے موروثی ہونے کی بدعت کے خلاف جہاد۔

امامؑ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' بیعت سے پرہیز اور کوفیوں کی دعوت قبول کرنے کی بابت جو کچھ فرمایا' وہ دراصل لوگوں کو آگاہ کرنے' حالاتِ حاضرہ پر اُن کی توجہ مبذول کرانے' اُن پر اتمامِ حجت کرنے اور اپنے آپ کو نام نہاد خلیفۃ المسلمین کے خلاف خروج کی تہمت سے بچانے کے لیے تھا۔

کتاب ''العواصم والقواصم'' میں ابن عربی نے لکھا ہے: ''حسینؑ اپنے جد کی تلوار سے قتل ہوئے۔ کیونکہ جب لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی اور اربابِ حل وعقد کے اجماع کے ذریعے اُس

۱۔ مفاتیح الجنان۔ ص ۸۵۶

کی خلافت پر اتفاق ہو گیا، تو حسینؑ نے بلا کسی جواز کے اپنے زمانے کے امام (یزید) کے خلاف خروج کیا، جو اُن کے قتل کا سبب بنا۔"

یہی وجہ تھی کہ امامؑ نے ہر ہر قدم پر یزید کے فاسق و فاجر اور ظالم ہونے کا اعلان کیا اور خلافت کے لیے اپنی لیاقت اور اولویت کا بارہا ذکر کیا۔ نیز واضح کیا کہ خرابی کی جڑ حکومتِ یزید ہے اور بس۔

(۶) امام حسینؑ نے معاویہ کی زندگی کے آخری ایام میں اصحابِ رسول اور تابعین کو خطوط تحریر کر کے اُنہیں منیٰ آنے کی دعوت دی، اور وہاں اُن کے سامنے ایک تقریر کی۔

اِس تقریر میں حکومت کے بارے میں اُن (اصحاب و تابعین) کی سنگین ذمے داری کی جانب اُنہیں متوجہ کرنے اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ معاشرتی امور کی باگ ڈور علمائے ربانی کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے فرمایا:

"فَأَنْتُمُ الْمَسْلُوبُونَ تِلْکَ الْمَنزِلَةَ، وَمَاسُلِبْتُمْ ذٰلِکَ اِلاَّ بِتَفَرُّقِکُمْ عَنِ الْحَقِّ وَاخْتِلاٰفِکُمْ فِي السُّنَّةِ بَعْدَالْبَيِّنَةِ الْوَاضِحَةِ، وَلَوْصَبَرْتُمْ عَلَى الْأَذیٰ وَتَحَمَّلْتُمُ الْمَؤُونَةَ فِی ذَاتِ اللهِ کَانَتْ أُمُورُاللهِ عَلَيْکُمْ تَرِدُ، وَعَنْکُمْ تَصْدُرُ، وَاِلَيْکُمْ تَرْجِعُ."

"تم جو مقام و منزلت رکھتے تھے وہ تم سے چھین لی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم حق کے بارے میں تفرقے کا شکار ہوئے اور سنتِ پیغمبر کی اتباع کے واضح اور روشن راستے میں باہم اختلاف کیا۔ اگر تم سختیوں پر صبر کرتے اور راہِ خدا میں مشکلات برداشت کرتے، تو امورِ الٰہی تمہارے سپرد ہو جاتے، حکومتی معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہوتی، تم فیصلے صادر کرتے اور لوگ اپنی حاجات کے سلسلے میں تم سے رجوع کرتے۔"

"وَلٰکِنَّکُمْ مَکَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِکُمْ، وَأَسْتَسْلَمْتُمْ أُمُورَاللهِ فِي أَيْدِيهِمْ يَعْمَلُونَ بِالشُّبُهَاتِ وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ."

''لیکن تم نے رضا آمیز خاموشی کے ذریعے قوت وقدرت ظالموں کے لیے چھوڑ دی، امورِ الٰہی اُن کے سپرد کر دیے، تو اب وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور شہوات و خواہشات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔'' (۱)

(۷) مکہ یا بیضہ کے مقام پر آپؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے آغاز کیا اور فرمایا:

''أَیُّهَا النَّاسُ ! اِنَّ رَسُولَ اللهِ (ص) قَالَ: مَنْ رَأیٰ سُلْطَاناً جَائِراً مُسْتَحِلّاً لِحَرَامِ اللهِ ، نَاکِثاً لِعَهْدِ اللهِ ، مُخَالِفاً لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ، یَعْمَلُ فِی عِبَادِ اللهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ، فَلَمْ یُغَیِّرْ عَلَیْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ ، کَانَ حَقّاً عَلَی اللهِ أَنْ یُدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ .''

''اے لوگو! رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: جو کوئی بھی ایسے ظالم حکمراں کو دیکھے جو خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال قرار دے، اللہ رب العزت سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرے، سنتِ رسول کی مخالفت کرے اور لوگوں سے ظالمانہ سلوک کرے، تو اُس (شخص) پر واجب ہے کہ اپنے قول یا عمل سے اس حکمراں کی مخالفت کا اظہار کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے، تو خداوندِ عالم کو حق ہے کہ اسے بھی اِس ظالم حکمراں کے ٹھکانے میں جگہ دے۔''

اِس کے بعد فرمایا:

''اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّیْطَانِ وَتَرَکُوا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَ أَظْهَرُوا الْفَسَادَ ، وَعَطَّلُوا الْحُدُودَ ، وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفَیْءِ ، وَأَحَلُّوا حَرَامَ اللهِ ، وَحَرَّمُوا حَلَالَهُ ، وَأَنَا أَحَقُّ مَنْ غَیَّرَ .''

''دیکھو اِن لوگوں نے خود کو شیطان کی پیروی کا پابند کر لیا ہے، خدا کی اطاعت

۱۔ تحت العقول۔ ص ۲۳۷

ترک کردی ہے' بُرائیوں کو علانیہ کر دیا ہے' حدودِ الٰہی کو معطل کیے ہوئے ہیں' اور (میں حسین ابن علیؑ) اِس صورتحال پر ردِعمل کے اظہار اور معاشرے میں انقلاب اور تبدیلی کے لیے اقدام کا دوسروں سے زیادہ ذمے دار ہوں۔"(۱)

(۸) امام حسینؑ نے متعدد مواقع پر خلافت کے لیے اپنی لیاقت کی جانب اشارہ کیا اور اسی پر اپنی جدوجہد کی بنیاد استوار کی۔ حضرتؑ نے نمازِ ظہر کے موقع پر "حر ابن یزید ریاحی" کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"أَمّا بَعْدُ، أَيُّهَا النّاسُ! فَإِنَّكُمْ إِنْ تَتَّقُوا اللهَ وَتَعْرِفُوا الْحَقَّ لِأَهْلِهِ يَكُنْ أَرْضىٰ لِلّٰهِ، وَنَحْنُ أَهْلُ بَيْتِ مُحَمَّدٍ أَوْلىٰ بِوِلايَةِ هٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلاءِ الْمُدَّعِينَ ما لَيْسَ لَهُمْ وَالسّائِرِينَ بِالْجَوْرِ وَالْعُدْوانِ."

"لوگو! اگر تم خوفِ خدا کرو اور اِس بات کو مانو کہ حق حقداروں کے پاس ہونا چاہیے' تو یہ خوشنودیٔ خدا کا باعث ہو گا۔ اور ہم اہلِ بیتِ پیغمبر لوگوں کی ولایت و رہبری کے لیے اِن (بنی امیہ) سے زیادہ اہل اور لائق ہیں' جو ناحق اِس مقام کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور جنہوں نے ہمیشہ ظلم و ستم اور خدا سے دشمنی کا راستہ اختیار کیا ہے۔"(۲)

امام حسینؑ کی تحریک ایک ایسی حکومتِ حق کے قیام کے لیے تھی جو بقائے اسلام کی ضامن ہو۔ آپؑ کا اپنے وصیت نامے میں شہادتین کے اظہار اور قبر و قیامت کی حقانیت کے اعتراف کے بعد یہ فرمانا کہ: "وَأَنّي لَمْ أَخْرُجْ أَشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً." (میں سرکشی کے ارادے سے نہیں نکل رہا ہوں اور نہ ہی میرا مقصد فساد پھیلانا یا کسی پر ظلم کرنا ہے) اس لیے تھا

۱۔ کامل ابن اثیر۔ ج ۲۔ ص ۵۵۲' لہوف۔ ص ۳۴' اعیان الشیعہ۔ ج ۱۔ ص ۵۹۶' وقعہ الطف۔ ص ۱۷' بحار الانوار۔ ج ۴۴۔ ص ۳۷۷

۲۔ مقتلِ خوارزمی۔ ج ۱۔ ص ۲۳۲' الفتوح۔ ج ۵۔ ص ۸۷' تاریخ طبری۔ ج ۳۔ ص ۳۰۶

کہ اپنی تحریک کو دشمنوں کی تہمت اور ناروا الزامات سے محفوظ رکھیں۔ مبادا وہ آپؑ کو خارجی اور مرتد کہیں (نعوذ باللہ)۔ اُسی طرح جیسے انہی لوگوں نے حضرت علیؑ کو (نعوذ باللہ) کافر اور تارک الصلوٰۃ کہا تھا۔

امامؑ نے اپنے کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

''وَاِنَّمَاخَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِی اُمَّةِ جَدِّی.''

''میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کی غرض سے نکل رہا ہوں۔''

آپؑ اپنی تحریک کو امت کی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ امت جس پر ظلم وستم، جرم و جنایت کی حکومت تھی اور جس کا حاکم بغیر کسی خوف اور ڈر کے اسلام کو مٹانے کے راستے تلاش کر رہا تھا، بے جھجک کفر آمیز اشعار پڑھتا تھا۔

آپؑ نے دورانِ تحریک جب بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا، تو آپؑ کے پیش نظر حکومت ہوا کرتی تھی عوام نہیں۔ جس طرح منیٰ میں اپنے خطاب کے دوران سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۷ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''فَبَدَأَاللّٰهُ بِالْأَمْرِبِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِفَرِيضَةً مِنْهُ لِعِلْمِهِ بِأَنَّهَا اِذَااُدِّيَتْ وَاُقِيمَتْ اِسْتَقَامَتِ الْفَرَائِضُ كُلُّهَا هَيِّنُهَاوَصَعْبُهَا، وَذٰلِكَ أَنَّ الْأَمْرَبِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِدُعَاءٌ اِلَى الْاِسْلَامِ مَعَ رَدِّ الْمَظَالِمِ وَمُخَالَفَةِ الظَّالِمِ، وَقِسْمَةِ الْفَيْيءِ وَالْغَنَائِمِ وَأَخْذِالصَّدَقَاتِ مِنْ مَوَاضِعِهَا وَوَضْعِهَا فِي حَقِّهَا.''

''(مذکورہ آیۂ کریمہ میں) خداوندِ عالم نے پہلا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے، سب سے پہلے اسی کو واجب کیا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ فریضہ انجام دیا جاتا رہے اور لوگ اس حکم کی پابندی کریں، تو سارے سخت اور سہل فرائض خود بخود ادا ہو جائیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درحقیقت لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، مظلوموں کے حقوق کی بازیابی، ظالموں کی مخالفت، لوگوں

کے مال اور جنگی غنائم کی عادلانہ تقسیم، صدقات کی صحیح صحیح جگہوں سے وصولی اور اُن کی درست تقسیم ہے۔"(۱)

یہ ہماری مختصر گزارشات تھیں امام حسینؑ کی تحریک کے اسباب اور مقاصد کے بارے میں، امید ہے امامؑ کی راہ پر چلنے والوں کے لیے مفید اور قابلِ تقلید ثابت ہوں گی۔

۱۔ موسوعہ کلماتِ لامام الحسینؑ۔ ص ۳۰۸

ہماری مطبوعات

کتاب	مصنف
ہمارے ائمہؑ اور سیاسی جدوجہد	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
چھ تقریریں ولایت کے موضوع پر	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
دنیائے جوان	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فکرونظر	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فقہ زندگی	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
مہدیٔ منتظرؑ قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
حضرت علیؑ کی وصیت	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
دوستی اور دوست	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟	علامہ ابراہیم امینی، محمد باقر شریعتی سبزواری
حسین ابن علیؑ کا خطاب	محمد صادق نجمی
حسین ابن علیؑ مدینہ تا کربلا	محمد صادق نجمی
کلامِ امام حسینؑ کی چند کرنیں	حجت الاسلام محسن غرویان
نہج البلاغہ اور حیاتِ اجتماعی	شیخ حسن موسیٰ صفار
نوجوانوں کے لئے جاننے کی باتیں	رضا فرہادیان
ماہِ رمضان تزکیۂ نفس اور اصلاحِ کردار کا مہینہ	مجلسِ مصنفین
اسلامی تحریک قرآن وسنت کی روشنی میں	شیخ محمد حسن صلاح الدین
بہترین عشق	جواد محدثی
عباد الرحمٰن کے اوصاف	محمد محمدی اشتہاردی
عبادت ونماز	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
توبہ کیا ہے کیسے قبول ہوتی ہے	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
اسلام اور عصرِ حاضر کی ضروریات	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
جہاد	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
معنوی آزادی	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
سیرتِ نبویؐ ایک مطالعہ	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
جاذبہ ودافعۂ علیؑ	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
ائمۂ اہلِ بیتؑ فکری وسیاسی زندگی	رسول جعفریان
خاتمیت	استاد شہید مرتضیٰ مطہری